قدیم قرآنی مصاحف

اورملتِ اسلامیہ کی قرآنی خدمات

مولانا محمد بلال بربری

(دوسری اور آخری قسط)

زیرنظر تحریر مشہور زمانہ شخصیت علامہ محمد زاہد کوثریؒ کے مضمون "مصاحف الأمصار وعظیم عنایة هذه الأمة بالقرآن الکریم فی جمیع الأدوار" کا ترجمہ ہے۔

ایک ہی مصحف میں تمام سورتوں اور آیات کا جمع کرنا عہد نبوی میں اس وجہ سے ممکن نہیں ہو سکا تھا کہ آخری وحی الٰہی کے نزول اور آپ ﷺ کے رفیق اعلیٰ سے مل جانے کی درمیانی مدت بہت تھوڑی تھی، اور واضح بات ہے کہ نزول قرآن کریم ہی کے زمانے میں ایک مصحف میں جمع ہونے کا تصور ہو بھی کیسے سکتا ہے؟۔

عہد صدیقی میں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت کی زیرنگرانی، ہر سورت علیحدہ مصحف اور اوراق میں آیات کی ترتیب کے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ کے خط سے تحریر ہوئی۔ کتابت کا طرز وہی رکھا گیا جو آپ ﷺ کی موجودگی میں تحریر کیا گیا تھا، جب کہ دو گواہوں کے ذریعے یہ ثابت بھی ہو جاتا کہ یہ تحریر آپ ﷺ کے سامنے ہوئی ہے۔ یہ طرز عمل درحقیقت آپ ﷺ کے سامنے اور صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہونے والی طرز کتابت کی حفاظت میں بطور مبالغہ اختیار کیا گیا تھا۔ یہاں گواہوں کی ضرورت اصل قرآن کریم کے الفاظ کے ثبوت کے لئے ہرگز نہ تھی، اس لئے کہ حفاظ صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ حضرت خزیمہؓ کی حدیث سے بھی واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شہادت ان لکھے ہوئے قطعات کے آپ ﷺ کے سامنے لکھے ہوئے ہونے پر لی جاتی تھی۔

جنگ یمامہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد کا بیک وقت شہید ہو جانا، حضرت عمرؓ کی اس رائے کا باعث تھا کہ قرآن کریم کو صحف میں نقل کر دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس بارے میں

اول تردد کرنا اس اندیشے کی بنا پر تھا کہ پھر قرآن کریم کی حفاظت کے لئے، قرآن کریم یاد کرنے سے زیادہ انحصار کتابت پر ہوجائے گا اور لوگ قرآن کریم یاد کرنے میں سستی برتنے لگیں گے۔ یہ تردد اس لئے نہیں تھا کہ آپؐ قرآن کریم کی نفس کتابت میں کوئی حرج محسوس کررہے تھے۔ خود باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ''رَسُوْلٌ مِّنَ اللهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ''. (البینۃ:۲) اس آیت کریمہ کے ہوتے ہوئے قرآن کریم کے صحف میں نقل کرنے پر تردد کا تصور بھی کیسے کیا جاسکتا ہے؟

صحابہ کرامؓ عام یا جنگی اسفار کے دوران اپنے ساتھ قرآن کریم کا کوئی حصہ مکتوب صورت میں اس لئے نہیں رکھتے تھے کہ کہیں دشمن اس کو پاکر اس کی بے حرمتی نہ کریں، نیز اس بارے میں وہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو مدنظر رکھتے تھے کہ آپ ﷺ نے دشمن کی سرزمین میں قرآن لے کر جانے سے ممانعت فرمائی تھی۔ جنگ یمامہ کے شہداء قراء صحابہ کرامؓ بھی آپ ﷺ کی اسی ممانعت کی بنا پر آپ ﷺ کی موجودگی میں لکھی ہوئی قرآنی تختیاں اپنے گھروں میں چھوڑ کر جنگ پر روانہ ہوئے تھے۔ ممکن تھا کہ قرآن کریم کو ان تختیوں سے صحف میں منتقل کرنے سے پہلے اسی طرح کا کوئی اور حادثہ رونما ہوجائے اور پھر قرآن کریم کے جمع کرنے میں حفاظ صحابہ کرامؓ کی یادداشت کی مدد سے قرآن کریم منتقل کیا جائے، اس طرح وہ رسم الخط جو نبی کریم ﷺ کے سامنے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں اختیار کیا گیا تھا، ضائع ہوجائے۔ درحقیقت حضرت عمرؓ کی پیش کردہ تجویز کی بنیاد یہی ہے۔ اسی تجویز پر حضرت ابوبکر صدیقؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق بھی ہوگیا، اس طرح حضرت زیدؓ کے خط سے صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت کی زیرنگرانی ہر ہر سورت کی آیات علیحدہ علیحدہ مصاحف میں جمع کردی گئیں، چنانچہ ان متفرق صحیفوں سے سینکڑوں مصاحف تحریر کئے گئے۔

جب اسلامی فتوحات کی کثرت ہوئی اور دور دراز شہروں میں تلاوت میں اغلاط کثرت سے پیش آنے لگیں، تب صحابہ کرامؓ کا حضرت عثمانؓ کے عہد مبارک میں اجماع ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحیفوں کے ذریعے معروف قراء کی نگرانی میں چند مصاحف تیار کئے جائیں اور انہیں مسلم علاقوں کی طرف روانہ کیا جائے، تاکہ تمام شہروں کے لوگ اپنے اپنے مصاحف کا صحابہ کرامؓ کی نگرانی میں تیار شدہ مصاحف سے تقابل کرکے اپنی اغلاط درست کرسکیں، اور تلاوت وکتابت کے سلسلے میں بھیجے گئے مصحف کی اتباع کریں، نیز دیگر تمام مصاحف جنہیں مختلف افراد نے انفرادی طور پر تحریر کیا ہے اور اس میں غلطی کے شکار ہوئے ہیں، ان سب مصاحف کو چھوڑ دیں۔ اس پر کسی صحابیؓ نے انکار نہیں فرمایا، بلکہ خود حضرت ابی ابن کعبؓ کتابت میں حضرت زیدؓ کے جملہ مددگاروں میں سے ایک تھے۔

علامہ ذہبیؒ کو جو یہ اصرار ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ کی وفات پہلے ہوچکی تھی تو یہ ان کا وہم ہے۔ بلکہ ان سے بڑھ کر حضرت ابن مسعودؓ نے (باوجود یہ کہ انہوں نے کتابت کا کام سپرد نہ کئے جانے پر کچھ برا ماننے کا اظہار کیا تھا) اس اہم کام میں مفوضہ جماعت کی موافقت اور مدد فرمائی، جیسا کہ منقول ہے کہ جب ان کی خدمت میں کچھ لوگ کسی سلسلے میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: ''قرآن کریم تمہارے پیغمبر کی طرف سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے''۔

حضرت زید بن ثابتؓ وہ مرکزی شخصیت تھے، جنہیں کتابت کا یہ کام بنیادی طور پر سپرد ہوا تھا، ان کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ایک جماعت بھی معاونت کرتی تھی۔ اسی طرح عہد صدیقی میں بھی حضرت زیدؓ ہی کا کتابت میں مرکزی کردار تھا۔ لہٰذا اگر حضرت عثمانؓ نے حضرت زیدؓ کو قرآن کریم کی نقل و کتابت کا کام سپرد کیا تھا تو اس پر حضرت ابن مسعودؓ کے ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی، اس لئے کہ عہد صدیقی میں وہ یہ کام انجام دے چکے تھے۔ ان دونوں زمانوں میں حضرت زیدؓ کے اختیار کی وجہ یہی تھی کہ وہ کتابت وحی کے لئے جملہ کاتبین وحی میں سے سب سے زیادہ آپ ﷺ کی ملازمت اختیار کئے ہوئے تھے، نیز وہ جوان تھے، زور بازو رکھتے تھے اور رسم الخط بھی بہتر جانتے تھے، لہٰذا وہی زیادہ موزوں تھے، بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کے لئے مصحف کریم کی کتابت میں حضرت زیدؓ کو چننے میں حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی بھی تھی۔

کتابت قرآن کریم میں ان کی طویل ممارست اور مشق کی وجہ سے انہیں رسم الخط کو ایک ہی طرز پر رکھنے میں بھی مہارت ہوچکی تھی اور کتابت قرآن کے تمام ادوار میں ایک ہی رسم الخط کا رکھنا انتہائی مطلوب تھا۔ اس مشقت آمیز عمل کے لئے معمر صحابہ کرامؓ کا انتخاب ان پر بے جا بار رکھنے کے مترادف تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ کے فضل و کمال، ان کے سابق الاسلام ہونے اور قرآن کریم کے علوم و معارف دانی میں ان کی وسعت کا کسی صحابیؓ کو کوئی انکار نہیں تھا، لیکن صحابہ کرامؓ نے اس سلسلے میں ان کے ناخوش ہونے کا کوئی سبب نہیں پایا، مزید برآں وہ کوفہ میں ایک انتہائی اہم کام میں پہلے سے ہی مصروف تھے۔ اہل کوفہ کو دین اسلام کی فقہ پڑھانا اور قرآن کریم سکھلانا ان کے مشاغل تھے، لہٰذا کوفہ سے چند سالوں کے لئے ان کا دور رہنا اس علم کی نشر و اشاعت کے لئے کسی طرح بھی موزوں نہیں تھا، جس علم کا انہوں نے کوفہ میں بیج ڈالا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس ضروری تھا کہ وہ کوفہ میں اس کی آبیاری کرتے رہیں، تاکہ آنے والے دور میں اس کے پھل سے اُمت فیض یاب ہوتی رہے۔

پانچ سال کی مدت تک نسخ مصاحف کمیٹی کا کام جاری رہا، اور تحقیق کے مطابق یہ زمانہ سن پچیس

ہجری سے سن تیس ہجری تک کا ہے۔اس کے بعد تحریر شدہ مصاحف کی نقول مختلف علاقوں کو روانہ کر دی گئیں۔حضرت عثمانؓ نے مکہ، بصرہ، شام اور کوفہ روانہ کرنے کے بعد ان میں سے ایک مصحف اہل مدینہ کے لئے اور ایک مصحف خود اپنے لئے رکھ لیا۔ یہ مصاحف ان مشہور اور معروف قراء کی زیر نگرانی تیار ہوئے تھے، جن کی شہرت قرآن سنانے اور دور کرنے کروانے میں عام تھی۔امت نے حضرت عثمانؓ کے اس کارنامے پر ان کا تہہ دل سے شکر ادا کیا، جن میں سرفہرست حضرت علیؓ تھے، جو فرمایا کرتے تھے،''اگر مجھے ولایت وخلافت کے امور سونپے جاتے تو میں بھی مصاحف کے سلسلے میں وہی کچھ کرتا جو حضرت عثمانؓ نے فرمایا''۔ابوعبیدؒ نے "فضائل القرآن" میں حضرت علیؓ کا یہ مقولہ نقل فرمایا ہے، اور اس کی سند یوں بیان فرمائی ہے:"عن عبد الرحمٰن بن مهدی عن شعبة عن علقمة بن مرثد عن سوید بن غفلة عن علی کرم الله وجهه" . (یعنی عبدالرحمٰن بن مھدی نے شعبہ سے، شعبہ نے علقمہ بن مرثد سے، علقمہ نے سوید بن غفلہ سے، اور سوید نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے نقل فرمایا.....الخ)

آپ ﷺ کی طرف سے سب سے آخر میں پیش کردہ قرآن کریم میں موجود قراءات یہ قرآن کریم کی بعض قراءات ہیں۔ان میں سے جن جن قراءات کا اس مصحف میں باعتبار رسم الخط کے جمع کرنا ممکن ہوا، انہوں نے ان لکھے ہوئے مصاحف کے رسم الخط میں جمع کر دیں، اس لئے کہ اس وقت تک صحابہ کرامؓ کے درمیان رائج رسم الخط میں نقطوں اور اعراب کا کوئی نشان نہیں ہوا کرتا تھا، بلکہ وہ حضرات الفاظ کے درمیان آنے والے الفوں کی کتابت سے بھی مستغنی تھے۔یہی وجہ ہے کہ ایک ہی رسم الخط میں ان کے لئے "فتبینوا" اور "فتثبتوا"، "ینشرکم" اور "یسیرکم" وغیرہ کئی ایک متواتر قراءات کو بیک وقت جمع کرنا ممکن تھا۔ وہ قراءات جن کا ایک ہی خط میں جمع کرنا ممکن نہ ہوتا تھا، اس کو انہوں نے مختلف مصاحف میں تقسیم کر دیا تھا۔

ان مصاحف میں موجود رسم الخط کی مکمل تفصیلی کیفیت اس وقت سے آج تک اس سلسلے کی مختص کتب میں مل جاتی ہے۔اس موضوع سے متعلق جس کتاب کا حصول آسان ہے، وہ دانیؒ کی "المقنع" اور "المحکم" ہے، انہوں نے ان دونوں کتب میں متقدمین کی رسم الخط میں تالیف کردہ کتب کو تلخیص کیا ہے۔اسی طرح سینکڑوں قراء اس زمانے سے آج تک ہر طبقے میں موجود رہے ہیں، جو ان کلمات کے املاء کی کیفیات سے واقف ہیں۔خود ہی دیکھ لیجیے کہ قراء کے تمام طبقات کے چنیدہ اشخاص کی قرآنی رسم الخط کے متعلق تالیف کردہ کتب کثرت کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہیں۔

انہی مصاحف میں کوفہ کا مصحف، سجستانیؒ کے بیان کے مطابق وہی مصحف ہے جو طرسوس (جو کہ

جزیرۂ ارواد کے سامنے، اور شام کے علاقے طرابلس کے قریب واقع ہے) میں امام سخاویؒ کے عہد تک محفوظ رہا، اس کے بعد قلعۂ حمص منتقل ہوگیا۔ نابلسیؒ اپنے طویل سفرنامے میں سن گیارہ سو صدی ہجری میں لکھتے ہیں کہ یہ مصحف وہاں پر عمومی جنگ تک محفوظ رہا، اس کے بعد اس کی حفاظت پر مامور لوگوں نے اس مصحف کو دارالخلافہ قسطنطنیہ منتقل کردیا۔

اسی طرح مدینہ منورہ کا مصحف بھی صدیوں سے روضہ مبارکہ میں محفوظ چلا آرہا تھا، عمومی جنگ کے دورانیہ میں دارالخلافہ منتقل کردیا گیا۔ جنگ کے اختتام پر شاید یہ مصحف دوبارہ مدینہ منورہ منتقل کردیا گیا ہے۔ شام کا مصحف وہی تھا جو ایک عرصے تک طبریہ میں رہا اور اس کے بعد دمشق منتقل ہوگیا۔ ابن جزریؒ کے عہد تک یہ مصحف مسجد توبہ میں محفوظ رہا۔ اس کے بعد عمومی جنگ سے پیشتر جامع اموی میں حجرۃ الخطیب میں محفوظ رہا۔ ازاں بعد عمومی جنگ کے دوران یہ مصحف بھی دارالخلافہ منتقل کردیا گیا۔

ہمارے زمانے کی مشہور صاحب علم شخصیت شیخ عبدالحکیم افغانیؒ کو وفات سے کچھ سال قبل جب کہ عمومی جنگ برپا نہیں ہوئی تھی، یہ خیال الہام ہوا تھا کہ قرآن کریم کی ایک نقل دمشق کے مصحف سے اسی کے رسم الخط کے موافق تیار کرلی جائے۔ شاید کہ ان کو یہ محسوس ہوگیا تھا کہ شام میں موجود یہ مصحف منتقل ہونے والا ہے، چنانچہ خود انہی نے یہ مصحف اپنے مبارک ہاتھوں سے مکمل نقل کرلیا تھا۔ آج تک یہ مصحف شیخ عبدالحکیمؒ کے بعض تلامذہ کے ہاں محفوظ ہے۔ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کی کتاب "**الحقیقة والمجاز فی رحلة الشام ومصر والحجاز**" میں حمص اور مصر میں موجود ان قدیم مصاحف کا تعارف موجود ہے، جو خود شیخ نابلسیؒ نے وہاں ملاحظہ فرمائے تھے۔ "**منادمة الأطلال**" میں شامی مصاحف کے متعلق اخیر عہد کے کچھ حالات بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کا مصحفِ خاص جو کہ ابوعبیدؒ کو کسی خزانے سے دستیاب ہوا تھا، جیسا کہ کتاب "**عقیلہ**" اور اس کی شروح میں موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ وہی مصحف ہو جس کا ذکر مقریزیؒ نے "**خطط**" میں جامع عمرو میں موجود حضرت اسماءؓ کے مصحف کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ حضرت اسماءؓ کا یہ مصحف وہی ہے جس میں غلطی کی نشاندہی کرنے والے کے لئے عبدالعزیز بن مروان نے انعام کا اعلان کیا تھا، چنانچہ ایک کوفی قاری نے بجائے لفظ "**نعجة**" کے، "**نجعة**" ہونے کی نشاندہی کرنے پر انعام بھی حاصل کیا تھا۔ بعد میں یہ مصحف مآثر نبویہ کی منتقلی سمیت قاہرہ کے قبۂ غوری میں منتقل کردیا گیا تھا۔ اس کے بعد انہیں آثار کے ساتھ مشہد حسینی منتقل کردیا گیا۔ علامہ شیخ بخیتؒ نے "**الکلمات الحسان**" میں اس کی صفات بیان کی ہیں۔

کئی دھوکے باز لوگوں نے بعض قدیم مصاحف کو خون سے آلودہ کر کے لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش بھی کی ہے کہ یہ مصحف حضرت عثمانؓ کا ہے، اور یہ خون انہی کا ہے، جو قتل کے وقت ان کے جسم سے نکل کر مصحف پر گرا تھا۔ کئی ایک ایسے ہی خون آلود مصاحف کتب کے عجائب گھروں میں رکھے ہوئے ہیں، اللہ ان بدبختوں سے انتقام لے گا، ان شاء اللہ!۔

ملک ظاہر بیبرس نے منگول حکمران (جس کا شمالی علاقہ جات ''وولجا'' اور اس سے ملحقہ علاقوں پر تسلط تھا) کو جو اسلام قبول کرنے کی کامیاب دعوت دینے کی غرض سے مصحف روانہ کیا تھا، باوجود یہ کہ مشہور یہی ہے کہ وہ مصحف عثمانی تھا، تاہم وہ درحقیقت مصحف عثمانی نہیں تھا، اس لئے کہ اس کا رسم الخط بعض مقامات پر مصحف عثمانی کے رسم الخط سے مختلف تھا، جیسا کہ علامہ شہاب جرجانیؒ نے ''**وفيات الأسلاف وتحيات الأخلاف**'' میں اس مصحف کے رسم الخط اور مصحف عثمانی کے رسم الخط کا متعلقہ کتب مثلاً ''**الرائية**'' وغیرہ کی روشنی میں تقابل کر کے تحقیق ذکر کی ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ وہ انتہائی قدیم مصحف تھا، جو عہد صحابہؓ کا لکھا ہوا تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر بیبرس کا بھیجا ہوا یہ مصحف وہی ہے، جو منگول کی حکومت کے شمالی علاقہ جات سے ختم ہونے اور روس کے سمرقند پر تسلط حاصل کر لینے کے وقت سمرقند کی جامع مسجد عبید اللہ احرار سمرقندی میں محفوظ تھا۔ اس مصحف کو انہوں نے صدی کے اختتام پر قیصر روس کے کتب خانے میں منتقل کر دیا تھا، اور ان کی حکومت کے اختتام پذیر ہونے تک یہ مصحف وہیں محفوظ رہا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی سلطنت کے اختتام پذیر ہونے کے بعد تقریباً پندرہ سال کے اندر اندر دوبارہ جامع مسجد سمرقند میں رکھوا دیا گیا تھا، لیکن ناسمجھ مسلمانوں نے وہاں سے اس کے اوراق تبرک کے نام پر چوری چھپے لے جانے شروع کر دیئے، جس کی وجہ سے یہ عظیم القدر قدیم مصحف ضائع ہو گیا۔ خیر! اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کے بارے میں معاملات باری تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہی ہوا کرتے ہیں۔

بعض قدردانوں کو اس مصحف کے بقیہ اجزاء کی فوٹو لینے کا موقعہ مل گیا (چنانچہ انہوں نے اس کی فوٹو نکال کر محفوظ کر لی)۔ ان مصاحف کی اپنی تاریخی اہمیت بہت زیادہ ہے، اگرچہ رسم الخط کی معرفت کے لئے ان کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ جیسا ہم نے ذکر کیا کہ ہر زمانے میں اس کی تدوین ہوتی رہی ہے۔ قراء صحابہ کرامؓ کی کوششیں، جو دور دراز علاقوں میں قرآن کریم حفظ کروانے اور سکھلانے کے لئے بھیجے گئے تھے، قابل صد تکریم ہیں اور انتہائی شکریے کی مستحق ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے حالات، ممالک کی تاریخ، اور مختلف علاقوں کے قراء کرام کی سوانحات اور سرگزشت حیات میں تحریر کردہ

کتب ان کی قابل تعریف کوششوں کے بیان سے بھرپور ہیں۔ ہماری اس بات کے شواہد آپ کو ابوزرعہؒ دمشقی کی ''تاریخ دمشق''، ابن ضریسؒ کی ''فضائل القرآن''، ابن عساکرؒ کی ''تاریخ دمشق''، اور ذہبیؒ کی ''طبقات القراء'' وغیرہ جملہ متداول کتب میں مل سکتے ہیں۔

مفتوحہ علاقوں کی وسعت اور کثرت نیز تمام ممالک اسلامیہ کے لوگوں کی قرآن کریم کی تعلیم و تعلم پر خصوصی توجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے عہد میں بھی موجود مصاحف کی تعداد لاکھ سے کم ہرگز نہیں ہوگی، بلکہ حضرت عمر فاروقؓ نے تو ان طلبا کے لئے جو قرآن کریم یاد کرتے تھے باقاعدہ بیت المال سے وظائف کا اجرا فرما رکھا تھا۔ تاہم جب انہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ لوگ صرف قرآن کریم کے حفظ میں مشغول ہو جائیں گے اور اس کے سمجھنے اور تفقہ حاصل کرنے کو چھوڑ بیٹھیں گے تب آپؓ نے یہ سلسلہ بند فرمایا۔ جو حضرات صحابہ کرامؓ قرآن کریم حفظ کروانے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی روشنی میں فقہ و مسائل بھی سکھلاتے تھے، ان میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ بھی شامل ہیں۔

کوفہ میں جنہوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے قرآن کریم اور فقہ و مسائل کے علوم بیک وقت حاصل کئے، ان کی تعداد بے شمار ہے۔ اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ عبدالرحمٰن بن اشعثؒ کی معیت میں بنو امیہ کی مخالفت میں اٹھنے والی جماعت میں صرف قراء کی تعداد چار ہزار تھی، اور وہ تابعین حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اپنے شاگردوں کو مختلف حلقوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے، اور ہر حلقے کے لئے ایک نگران مقرر کرتے تھے، پھر بصرہ کی جامع مسجد میں خود روزانہ ان تمام حلقوں کی سورج کے طلوع ہونے سے ظہر کے وقت تک نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو درداءؓ کا بھی ملک شام میں وفات پا جانے تک دمشق کی جامع مسجد میں روزانہ کا یہی معمول تھا۔ اس مختصر سے مضمون میں ان حضرات کے قرآن حفظ کروانے اور فقہ و مسائل کا علم سکھلانے کے قابل تعریف کارنامے کی تفصیلات بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔

قرآن کریم اور مختلف قرءات سکھلانے میں ان کا یہی اہتمام ہمیشہ باقی رہا۔ یہ قرءات وہی متواتر قرءات ہیں، جن کا تواتر ہر طبقے میں اس طرح رہا ہے کہ اس سے مزید کسی تواتر کے پائے جانے کا تصور نہیں ہو سکتا، البتہ وہ چیدہ چیدہ قرءات جو نبی کریم ﷺ یا بعض صحابہ کرامؓ یا تابعینؒ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، وہ درحقیقت قرآن کریم کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ یہ قرءات یا تو قرآن کریم کی تعلیم کے دوران ان کی طرف سے بیان کی جانے والی تفاسیر ہیں، جنہیں ازاں بعد باقاعدہ قرءات خیال کر کے شامل کر دیا

گیا، یا پھر یہ کسی پڑھنے والے سے کوئی غلطی ہوئی ہے جس کو سننے والے نے قرءات سمجھ لیا۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر امام نافعؒ نے (جو قاری تھے) جب امام مالکؒ سے امامت کا منصب اختیار کرنے کے متعلق مشورہ کیا تو امام مالکؒ نے انہیں یہ کہتے ہوئے منع فرمایا کہ: ''تم قرءات کے ماہر ہو، اگر کبھی نماز میں تمہیں قرءات میں سہو ہو گیا تو عین ممکن ہے کہ کوئی شخص اس سہو کو بھی قرءات سمجھ لے اور پھر یہ سہو تمہاری طرف منسوب ہو کر بطور قرءات منقول ہونا شروع ہو جائے''۔

ان شاذ قرءات کو بھی علماء کرام نے مستقل کتابوں میں جمع کر دیا ہے، ان میں سے بعض تو تفاسیر ہی معلوم ہوتی ہیں اور بعض خالص غلطی کی بنا پر باقاعدہ قرءات سمجھ لی گئی ہیں۔

بعض ایسی قراآت بھی پائی جاتی ہیں جو سراسر جھوٹی سندوں سے مروی ہیں، انہیں تو کسی صورت قرءات میں شمار کیا جانا ہی درست نہیں۔ ان میں امتیاز اور فرق کرنا انہی فن قرءات میں اختصاص یافتہ علماء کا کام ہے، جو دلائل کی روشنی میں ان کے کھرے کو کھوٹے سے الگ کر دیتے ہیں۔ ابو عبیدؒ ''فضائل القرآن'' میں، عہد عثمانی میں صحابہ کرامؓ کی زیر نگرانی تدوین ہونے والے مصحف کے بیان کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

> ''یہ وہی مصحف تھا جس کے کسی ایک حرف کے منکر پر مرتد کا حکم لاگو ہوگا، چنانچہ اس کے کسی حصے کے منکر کو توبہ کرنے کی دعوت دی جائے گی اور اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا''۔

اس کے بعد ان شاذ قرءات اور الفاظ کے متعلق جو تواتر کے ساتھ نقل نہیں ہوئی ہیں، حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''یہ اور اسی قسم کے کئی اور الفاظ قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہیں۔ بعض تابعینؒ سے بھی اسی قسم کے کلمات تفسیر کے بیان میں منقول ہوئے ہیں، اور ان تفاسیر کی تعریف اور تحسین بھی کی گئی ہے۔ جب تابعینؒ کی بیان کردہ ان تفاسیر کی تحسین کی گئی ہے تو کبار صحابہ کرامؓ سے منقول اسی قسم کے تفسیری کلمات کی جو بعد ازاں قرءات ہی شمار کی جانے لگیں کی تحسین میں کیسے شک ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ تفاسیر کے باب میں سب سے قوی ترین تفاسیر شمار ہوں گی۔ ان قراآت کی واقفیت حاصل کرنے کا سب سے کم تر فائدہ یہ ہے کہ ان کے ذریعے کسی اور تفسیر کی درستگی اور صحت معلوم ہو جاتی

ہے۔ البتہ اس علم کی قدر صرف اہل فضل وعلم جان سکتے ہیں، عوام کو اس کی افادیت کا علم نہیں ہوسکتا ہے''۔

اس سے یہ خوب واضح ہوگیا کہ ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ حضرات سے جو اس طرح کے کلمات اور الفاظ منقول ہیں جو متواتر قرءات کے مخالف ہیں، ان کی حیثیت بھی تفاسیر ہی کی ہے، جیسا کہ ابوعبیدؒ کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی قرءات بھی ان کے کوفی شاگردوں نے متواتر طور پر نقل کی ہیں۔ عاصمؒ نے زر بن حبیشؒ سے اور زرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ قرءات نقل فرمائی ہیں۔ یہی وہ قرءات ہیں جو ابوبکر بن عیاشؒ نے حضرت عاصمؒ سے روایت کی ہیں۔ ان قرءات کا تواتر بالکل غیر متنازع ہے، اور ان قرءات میں کسی قسم کے شاذ کلمات بھی نہیں ہیں۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف میں سورۂ فاتحہ یا معوذتین نہیں تھے، یا وہ ان کو اپنے مصحف سے مٹایا کرتے تھے، وہ یا تو جھوٹا ہے، یا بغیر ارادے کے وہم میں مبتلا ہوگیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں کے ذریعے اس سے مروی متواتر قرءات میں معوذتین اور فاتحہ دونوں موجود ہیں۔ ان کی قرءات وہی ہیں جو عاصمؒ سے منقول ہیں، اور جس کو ہر زمانے میں دنیا کے گوشے گوشے میں مسلمان عرصہ دراز سے سنتے آرہے ہیں۔ ان روایات متواترہ کا اخبار آحاد کس طرح مقابلہ کرسکتی ہیں؟ مزید یہ کہ عام طور پر سورۂ فاتحہ اور معوذتین نماز اور دم وغیرہ کے لئے ان کے زمانے میں بھی لوگوں کو ازبر ہوتی ہوں گی، جس کی بنا پر ممکن ہے کہ ان کے کبھی نہ بھولنے کے خوف سے انہوں نے اس کی کتابت مصحف میں نہ کی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف معوذتین کا نام مٹادیا گیا ہو، سورتیں اپنے حال پر موجود ہوں، جیسا کہ ان کا عام طریقہ یہی تھا کہ وہ سورتوں کے نام، ان کی آیات اور عشرات کی تعداد وغیرہ جو جو زوائد قرآن کریم کے وقت نازل نہیں ہوئے تھے، قرآن کریم کو ان سے خالی کردینے کی رائے رکھتے تھے۔ ابن حزمؒ نے اپنی کئی تالیفات میں حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف کے بارے میں بے ہودہ باتیں کرنے والوں کو خوب اچھی طرح جواب دیا ہے۔

امت مسلمہ کی طرف سے قرآن کریم یاد کرنے اور سینوں میں محفوظ کرلینے کی ہمیشہ کی روایت جو اس کے زمانۂ نزول سے تاحال جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی، وہ خود کسی لفظ میں کسی وہم کرنے والے کے وہم یا غلطی کرنے والے کی غلطی کو درست کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ تمام انسان حفظ میں، علم میں، اور فہم میں یکساں نہیں ہوا کرتے، البتہ توہمات اور غلطیاں جمہور کے ہر

زمانے میں حفظ اوران کے ضبط کے سامنے ٹھہرنہیں سکتی ہیں۔ اہل علم نے قرءات کے سلسلے میں منقول الفاظ اورکلمات کی روشنی میں ان آیات اورکلمات کو جوبطورتفسیر بیان کئے گئے تھے، یا بطورغلطی کے قرء ات شمار کئے گئے تھے یا کسی ناسمجھ راوی کی طرف قرءات گردان لینے، یامحض جھوٹی روایت، سب کوالگ الگ کردیاہے،اور ہرایک کاالگ الگ حکم بیان فرمایاہے۔

اب سے کچھ عرصہ قبل ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغرب کے مستشرقین قرآن کریم سے متعلقہ جملہ علوم وفنون مثلاً قرءات، رسم قرآنی، شاذ قرءات، قراء کے طبقات، وغیرہ موضوعات پر متقدمین کی تصنیف کردہ کتب کی نشرواشاعت میں خاصی دلچسپی لے رہے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کرعلم حدیث، علم فقہ اورعلم لغت وغیرہ دیگرمشرقی علوم میں تصنیف کردہ متقدمین کی کتب کی بھی نشرواشاعت میں مصروف ہیں۔ان مستشرقین میں سے اکثریت کی کوششیں خودان کی اس دلچسپی کے پس پردہ خطرناک مقصد کی نشاندہی کرتی ہیں۔ یہ پس پردہ مقصددرحقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کے پھیلائے ہوئے اس نور پرفکری اور نظریاتی حملے کئے جائیں، جس نے تاریکی میں ڈوبے ہوئے کرۂ ارضی کو روشن اورلوگوں کی بصیرتوں کو صیقل کیا تھا۔ یہ اعتراضات اسلام سے متعلق ان مستشرقین کے بے جا تعصب اور جہالت کے بھرپور عکاس ہیں۔ یہ اسلام کا نورہی تھا، جس سے بصیرتوں کے پاک ہوجانے کے بعدلوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہوئے تھے،اور یہ زمین وہ زمین نہ رہی تھی جوکسی زمانے میں تھی۔ مستشرقین چاہے اپنی کوششوں کوجھوٹ، دھوکے بازی، اورجعل سازی کے ذریعے آزادانہ علمی تحقیقات باورکرواتے رہتے ہیں، تاہم ان کے خفیہ مقاصد بالکل ظاہر ہیں۔

قرآن کریم کی حفاظت کی بیان کردہ مختصر تاریخ کی روشنی میں ہی ظاہر ہوجاتا ہے کہ ان مستشرقین کی یہ کوشش ناکام اورنامرادہی ہوگی۔ نبی کریم ﷺ پرنازل شدہ اس بےمثل قرآن کریم سے ادنی مشابہت رکھنے والا کلام پیش کرنے کی غرض سے خواہ یہ مستشرقین آسمان کی طرف زینہ لگالیں یا زمین میں سرنگ کھودڈالیں، دوراورقریب ہرجگہ جاپہنچیں، تب بھی اس کی طرف ہرگز راہ یاب نہیں ہوسکتے۔

اگر جامعہ ازہر کی متعلقہ انتظامیہ متقدمین کی تالیف کردہ کتب کی پہلی بار یا مطبوعہ ایڈیشن کی دوبارہ اشاعت کی طرف تھوڑی سی توجہ کرلیں، اس کے ساتھ ساتھ جہاں حواشی کی ضرورت محسوس ہو، وہاں حواشی کا اضافہ کردیں، توان دھوکے بازلوگوں کی شرانگیزی کا سدِّ باب ممکن ہوسکے گا، اوراللہ تعالیٰ کی مدد سے یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے۔